مردِ کامل

سوانح حیات

حضرت باواجیؒ صاحب سلوئی والے

حسب الارشاد

صاحبزادہ حافظ بشیر احمد صاحب سجادہ نشین

ترتیب و تدوین: وقار حسین طاہر

محمد صدیق بک ڈپو — چوآسیدن شاہ جہلم

مردِ کامل

حضرت الحاج حافظ پیر غلام احمد صاحبؒ
المعروف حضرت باواجی صاحبؒ کے حالاتِ زندگی

تسوید و ترتیب

پروفیسر وقارِ حسین طاہر

قاضی محمد صدیق بکڈپو۔ چوآسیدن شاہ۔ جہلم



طبع ——— اوّل

تعداد ——— ایک ہزار

سن طباعت ——— ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء

کتابت ——— محمد شریف اختر

قیمت ——— دو روپے

طابع و ناشر ——— صدیق بکڈپو۔ چوآسیدن شاہ ضلع جہلم

مطبع :- پنجاب الیکٹرک پریس گجرات۔



نذرانۂ عقیدت

میں اس ناچیز تصنیف "مردِ کامل" کو قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین، شیخ المشائخ مرشدی اعلیٰ حضرت جناب الحاج خواجہ پیر سید غلام محی الدین صاحب گولڑوی کی بارگاہِ عظمت پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کے وجودِ گرامی سے لاکھوں گم گشتگانِ جادۂ حق راہِ ہدایت پر گامزن ہیں اور جن کی نگاہِ کرم اور توجہِ روحانی سے مجھ ایسے سیاہ کار کو اس مختصر کتاب کی تالیف و ترتیب کا شرف حاصل ہوا۔

خادم اولیاء پاک

وقار حسین طاہر

یکم محرم الحرام ۱۳۹۵ھ ——— محلہ حسن پورہ گجرات

پیش لفظ

میری انتہائے نگارش یہی ہے :
تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں !

تاریخ شاہد ہے کہ علمائے حق نے ہر دور میں انسانیت کی رہبری کے لئے رشد وہدایت کی قندیلیں فروزاں کیں ہیں۔ مخلوق کو ہمیشہ سیدھا راستہ دکھایا۔ اور اس مقصد کے لئے بڑی جرأت سے ظلم وجبر کی صعوبات سہیں۔ ذہنی اذیتیں برداشت کیں اور جانوں کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ مگر زبان سے وہی کہا جو حق تھا۔ جناب حضرت امام اعظم رحؒ سے لے کر حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان سے آج تک کی تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ علمائے حق نے ہی اٹھتے ہوئے منہ زور فتنوں کے رخ موڑے کفر والحاد کی یلغاروں کو روکا اور فسق وفجور کی بے لگام طاقتوں کے پرخچے اڑائے۔ کبھی قلم و زبان سے جہاد کیا اور کبھی سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہہ کر فریضہ حق ادا کیا۔

زیر نظر مختصر کتاب ایک ایسے بزرگ اور عارف کامل کی سوانح حیات ہے۔ جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں خدمت اسلام وحفاظت دین کا مقدس فریضہ ادا کیا۔ آپ کی انتھک کوشش مسلسل جدوجہد اور صداقت

آخر رنگ لائی کہ آج قرآن پاک کے ہزاروں حفاظ کرام ملک کے طول و عرض میں اسلام کی اشاعت و ترویج میں مصروف ہیں۔

مختصر یہ کہ ان باکمال اور برگزیدہ ہستیوں کی زندگی اس قابل ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ ان کے کام، خیال اور شب و روز کے مشاغل سے آگاہی حاصل کی جائے۔ اس سے طبیعت میں اُمنگ، ایمان میں تازگی اور فکر میں نورانیت آتی ہے۔ رُوح پاکیزہ غذا حاصل کرتی ہے اور انسان بے اختیار ہو کر ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی زبردست تحریک اور تڑپ محسوس کرتا ہے۔ یہی تڑپ۔ یہی سوز ایک مومن کی متاعِ بے بہا ہے۔ اگر یہ حاصل ہو جائے تو انسان صحیح مسلمان بن جاتا ہے اور پھر ان کا ذکر ہو تو اللہ کی رحمت بھی تو نازل ہوتی ہے۔

"تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین"

اس کتاب کے مرتب کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں میں اپنی زندگی کو سنوارنے کا جذبہ پیدا کرے۔ آمین!

دستار حسین طاہر

خادم اولیاء اللہ — یکم محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

شکر و سپاس

بتوفیق ذوالجلال والاکرام جلّ جلالہٗ وبتائید حضور سیّدالانام علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والسّلام اس کتاب کی تسوید وترتیب چوآسیدن شاہ میں ہوئی جو حضرت حافظ غلام احمد صاحبؒ کا مدفن ہے۔ آپ کی ۹۰ سالہ پاکیزہ زندگی کے حالات اور ۶۰ سال خدمات جلیلہ کے متعلق جس قدر معلومات معتبر ذرائع سے مجھ تک پہنچیں یکجا کیا۔ اور شائقین کے بیحد اصرار پر بالاختصار مرتّب کر کے طباعت واشاعت کا اہتمام کیا۔ اس ذمہ دارانہ کام کی تکمیل میں توفیقِ الٰہی میرے شاملِ حال رہی۔ اس کیلئے ربّ العزّت کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔

میں آخر میں صاحبزادہ حافظ بشیر احمد صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت باواجی صاحبؒ جناب حافظ حق نواز صاحب کا بیحد ممنون ہوں کہ اُنہوں نے اس کتاب کی تدوین میں تعاون فرمایا اور اپنے معاونین کے لئے بارگاہ ربّ العزّت میں دُعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو دینی ودنیاوی رحمتوں برکتوں سے نوازے اور بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے آمین

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ

وَنُورِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ○

الٰہی بحقِ بنی فاطمہؓ ٭ کہ برقولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور نہ قبول ٭ من و دوست و دامانِ آلِ رسولؐ

خادم الاولیاء عظام

فقیر وقار حسین طاہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

یہ مختصر سا "مردِ کامل" حضرت عظیم المرتبت زبدۃ العارفین پیر حافظ الحاج غلام احمد صاحبؒ کی سوانح حیات ہے۔ اس کتاب کے شروع میں اولیاء اللہ کے فضائل اور عرس کے جواز پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

اس کتاب کی ترتیب وتدوین گورنمنٹ سرسید کالج کتاس میں علوم اسلامیہ کے پروفیسر وقار حسین طاہر نے کی ہے اور اسے نہایت سادہ اور دل نشین انداز میں پیش کیا ہے تاکہ قارئین کے لئے یہ تعمیر سیرت تزکیۂ نفس، اصلاح عقائد کا ذریعہ ثابت ہو۔ امید ہے کہ ناظرین اس کے مطالعہ سے فیض یاب ہوں گے۔ اور ناشر کو دعائے خیر سے نوازیں گے۔

(قاضی) محمد صدیق

چوآسیدن شاہ۔ ضلع جہلم

شانِ اولیاء اللہ

قرآن مجید۔ سورہ یونس رکوع ۱۲۔ پارہ نمبر ۱۱

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ط لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

ترجمہ: آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ کو (دارین میں) کسی قسم کا خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (اللہ و رسول پر سچے دل سے) ایمان لائے اور اللہ سے (اسکی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے سے) ڈرتے رہے۔ ان کو دنیا میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے۔ (اولیاء اللہ کی) یہی بڑی کامیابی ہے۔

شانِ اولیاء اللہ

قلندراں کہ بہ تسخیر آب و گِل کوشند!
ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند!
بجلوت اند و کمند ے بمہر و ماہ پیچند
بخلوت اند زمان و مکاں در آغوشند
بروز بزم سراپا چو پرنیان و حریر
بروز رزم خود آگاہ و تن فراموشند
نظام تازہ بچرخ دو رنگ می بخشند
ستارہ ہائے کہن را جنازہ بر دوشند

علامہ اقبالؒ

عظمتِ اولیاءِ کرام

عظمت اولیاء کرام کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چند ایک ارشادات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ان کے مطالعہ سے عقیدہ کی درستگی میں پختگی پیدا ہو۔

(۱) ایں اولیاء اللہ ہرچہ میکنند برائے حق سبحانہ جل و علا نہ برائے نفس خود

ترجمہ: یہ اولیاء اللہ جو کرتے ہیں حق تعالیٰ جل و علا کیلئے کرتے ہیں نہ اپنے نفس کے لئے۔ (مکتوبات دفتر اوّل مکتوب ۵۹)

(۲) بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے:

(هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ شَانِهِمْ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ۔ (دفتر اوّل مکتوب ۲۲)

(ترجمہ) یہ (بہت سے) لوگ بارگاہ اللہ تعالیٰ کے ہمنشیں ہیں اور یہ حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والی وہ مبارک قوم ہے جن کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار پر نصرت دکھایا کے

لئے فقرا اور مہاجرین کے طفیل حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے۔ (شرح سنہ ۱۲ مشکوٰۃ) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (اولیاء) کے متعلق ارشاد فرمایا "بہت سے پراگندہ بال، گردآلودہ بندے ایسے ہیں جنہیں دروازوں سے دھکیل دیا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرماتا ہے۔

(۳) در رضائے ایں بزرگواران را وسیلۂ رضائے حق سازند سبحانہ، طریق نجات و فلاح ایں است والسلام۔ (دفتر اول، مکتوب ۲۱۸)

ترجمہ: ان بزرگوں کی رضا کو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا کا وسیلہ اور ذریعہ بنائیں۔ نجات اور فلاح کا طریقہ صرف یہی ہے۔

(۴) بلکہ گوئم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتے است از کرامات و دعوت ایشاں خلق را بحق جل سلطانہ رحمتے است از رحمت ہائے حق جل سلطانہ واحیائے قلوب اموات آیتے است از آیت ہائے عظمیٰ۔ ایشاں امان اہل ارض اند و غنیمت روزگار بِھِمْ یُمْطَرُوْنَ وَبِھِمْ یُرْزَقُوْنَ در شانِ ایشان است۔ کلام شانِ دوا است و نظر شان شفا ھم جلساء اللہ (مکتوبات، دفتر ثانی مکتوب ۹۲)

ترجمہ: بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کا وجود درحقیقت کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے اور ان کی دعوت الی الحق رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے مردہ دلوں کو زندہ کرنا ان کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ لوگ اہلِ زمین کے لئے باعث امن ہیں اور زمانے

کے لئے غنیمت۔ حدیث شریف میں ان کی شان میں یُوں وارد ہے کہ "انہی اولیاء کے طفیل بارش ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے مخلوق کو رزق ملتا ہے" ان کا کلام دوا ہے اور ان کی نظر امراض باطنہ کے لئے شفا ہے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں۔ اولیاء اللہ کی بزرگی عظمت۔ رفعت شان اور فضائل کے متعلق حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف کی یہ چار عبارتیں آپ کے سامنے ہیں۔ ان عبارات میں جس انداز اور جس صراحت و وضاحت سے بزرگانِ دین کی عظمت اور جلالت شان کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ کسی تشریح و توضیح اور تفصیل کی محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ (آمین)

محبّتِ اولیاء کرام: حضرت امام ربّانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوب شریف سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جس سے آپکو اندازہ ہوگا کہ اولیاء اللہ سے محبّت کتنی بڑی دولت و سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کاملین کی سچّی محبت و عقیدت عطا فرمائے۔ آمین!

۱۔ کنّاسی فقراء بہ از صدر نشینی اغنیاء است۔ (مکتوب ۱۳۶ دفتر اوّل)

(ترجمہ): فقراء کے آستانے کی جاروب کشی دولت مندوں کے ہاں صدر نشینی سے بھی بہتر ہے۔

۲۔ دربیان آنکہ جماعہ بید ولتان کہ طعن در اہل اللہ مے خواہند ہجو و نکوہش آن جماعہ مجوز است بلکہ مستحسن (مکتوب ۱۳۹ دفتر اوّل)

(ترجمہ) اس گروہ کے بیان میں جو اولیاء اللہ کی عیب جوئی کرتے ہیں اس گروہ کی مذمت و ہجو شرعاً جائز بلکہ مستحسن ہے۔

(۳) محبت درویشاں وارتباط والفت بالیشاں و رغبت استماع سخنان ایں طائفہ علیہ و میل باوضاع و اطوار ایں طبقہ سنیہ از جل نعم خداوندیست جل سلطانہ واز اعظم دول او تعالیٰ۔ مخبر صادق علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ المرء مع من احبّ۔ پس محب ایشاں با ایشاں است و در حرم حریم قرب طفیلی ایشاں۔ (مکتوب نمبر ۳۶۔ دفتر دوم)

(ترجمہ) درویشوں سے محبت اور ان کے ساتھ ربط و الفت اور اُن کے ارشادات سُننے کا شوق اور ان کے طور طریقوں کی طرف میلان۔ خداوند تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے اور عظیم ترین دولت ہے۔ مخبر صادق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس سے اس کو پیار ہوتا ہے۔ لہٰذا ان اولیاء اللہ کا دوست ان کے ساتھ ہے۔ اور حرم قرب میں ان کے طفیل پہنچ کر رہے گا۔

حیات اولیاء:

امام فخر رازی تفسیر کبیر صفحہ ۹۵ جلد سوم پر اور ملا علی قاری حنفی صفحہ ۱۴۲ جلد سوم پر تحریر کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار۔

اولیاء اللہ مرتے نہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

حیات اولیاء:

(۲) شیخ بدر الدین غزنویؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وفات سے کچھ دیر پہلے مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ اور خواب میں میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف جا رہے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ بدر الدین! اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ جہاں چاہتے ہیں وہاں رہتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں وہاں جاتے ہیں۔ جب مجھے نیند سے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب رحلت فرما چکے ہیں۔

کتاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی صفحہ ۸۶۔

مطبوعہ فیروز سنز

وسیلہ واستمداد

بہر حال رشتۂ محبت ایں طائفہ را از دست ندہد والتجاء و تضرع
بایں قوم شعار خود سازد و منتظر باشد کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بتوسل محبت
ایں طائفہ محبت خود مشرف سازد و بتمام بجانب خود بکشد ۔

دفتر اول مکتوب صفحہ ۷۳

از حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی

(ترجمہ) بہر صورت گروہ اولیاء اللہ کے ساتھ اپنا رشتۂ محبت قائم رکھے
اور اس پاکیزہ گروہ کے حضور التجاء و تضرع کو عادت اور اپنا طریقہ بنائے ۔
اور اس بات کا منتظر رہے کہ حق تعالیٰ اس مقدس گروہ کے ساتھ محبت
کے وسیلہ سے اپنی محبت عطا فرمائے ۔ اور پورے طور پر اپنی ذات کی طرف
کھینچ لے ۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ نے ان خطوط میں جو آپ نے اپنے پیر و مرشد
شیخ الشیوخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو لکھے ہیں ۔ جا بجا آپ کو
پیر دستگیر کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے ۔

نیز آپ نے دفتر اول بحصہ پنجم صفحہ ۱۵۹ پر فرمایا ہے ۔

وطلب پیر راہ بین وراہ نما کہ وسیلہ تواند شد نیز مامور شرعی است

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

(ترجمہ) راہ دین اور رانمائے پیر کی تلاش جو وسیلہ بن سکے کا بھی شرعاً حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے لوگو! اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

پس ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ سے استمداد جائز ہے۔

عرس شریف کا جواز

کسی ولی اللہ کے وصال کے دن یا کسی دوسرے روز اس کی قبر پر یا کسی اور جگہ مسلمانوں کا جمع ہو کر اس بزرگ کے مناقب و کمالات اور سیرت و اخلاق کا تذکرہ کرنے۔ لوگوں کو اس کے اخلاق اور سیرت کی پیروی کی ترغیب دینے اور کوئی چیز پکا کر ایصال ثواب کرنے کا نام عرس ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری ہے "بے شک صالحین کے قصے اور حالات زندگی اپنے اندر درس نصیحت و عبرت رکھتے ہیں" حدیث پاک میں وارد ہے۔ کہ نیک اور پاک لوگوں کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا۔ کہ جب بزرگان دین وصال فرما جائیں۔ اور مرشد کامل میسر نہ آئے۔ تو ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیئے تاکہ دین و ایمان سلامت رہے۔ آپ نے فرمایا۔

"گذشتہ بزرگوں کے حالات وارشادات پڑھا اور سنا کرو"۔

مختصر یہ کہ عُرس ایسی ہی مجلس کا نام ہے۔ جس میں کاملین کے حالات۔ انکی سیرت پاک۔ ان کے ارشادات عالیہ کا بیان اور تذکرہ ہوتا ہے۔ ناظرین کرام کی خدمت میں چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اپنے مکتوب صٓ۱۸۲ میں مولانا جلال الدین قدس سرہٗ کو لکھتے ہیں "اعراس پیران بر سنت پیراں بہ سماع وصفائی جاری دارند" پیران طریقت کے عُرس بزرگوں کے طریقہ پر سماع اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔

(۲) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ ہر سال اپنے والد کا عُرس کرتے تھے۔ مولانا عبدالحکیم ملتانی نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ تم نے عُرس کو فرض سمجھ لیا ہے سال بسال کرتے ہو۔ اس کا درج ذیل جواب، شاہ صاحب نے دیا۔ جو زبدۃ النصائح صٓ۱۳۲ پر مرقوم ہے ——

آپ فرماتے ہیں۔

ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیراکہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند۔ آرے زیارت قبور و تبرک بقبور صالحین وتلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن خوب است بہ اجماع علماء و تعین روز عُرس آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں باشد از دار العمل بدار الثواب

ترجمہ ——— یہ طعن جس پر کیا جا رہا ہے۔ اُس کے حالات سے بے خبری اور جہالت کی بنا پر ہے۔ اس لئے کہ سوائے فرائض مقررہ شرعیہ کے کوئی شخص کبھی کسی شئے کو فرض نہیں جانتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ

زیارت قبور اور قبور صالحین سے برکت حاصل کرنا - !

قرآن مجید کی تلاوت۔ دعائے خیر۔ تقسیم طعام و شیرینی باتفاق علماء کرام مستحسن اور خوب کام ہے۔ اور روز عرس کے متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن ان کے دار عمل سے دار ثواب کی طرف انتقال کی یاد تازہ کرتا ہے۔

(۳) حضرت امام فخر الدین رازی رح اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور شھداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون۔

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں قبور شہداء پر تشریف لاتے تھے۔ اور آکر فرماتے تھے

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

نتیجہ یہ نکلا — کہ قبروں پر آکر پڑھنا اور ان کی روح کو ایصال ثواب پہنچانا کار ثواب ہے۔

اولیاء اللہ سے بعد الوصال مدد مانگنا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح "ہمعات میں" "حدیث نفس" کا علاج بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود و ازانجا انجذاب دریوزہ کند۔"

ترجمہ: مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ ہو۔ ان کے لئے سورہ فاتحہ پڑھے یا ان کی قبر کی زیارت کیلئے جاتے اور ان سے انجذاب کی بھیک مانگے۔

شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی پارہ نمبر ۳۰ صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں۔ از اولیاء مدفونین و دیگر صلحاء مومنین انتفاع و استفادہ جاری است وصال پانے والے اولیاء اور دیگر صلحاء مومنین سے استفادہ اور استعانت جاری وساری ہے۔ اور تفسیر عزیزی پارہ نمبر ۳۰ صفحہ ۱۱۳ پر شاہ عبدالعزیزؒ صاحب فرماتے ہیں و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ۔ ترجمہ: وہ خواص اولیاء اللہ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے۔ وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں۔ ان اقوال سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ سے بعد الوصال استعانت جائز ہے۔

مرشد کی ضرورت؟

یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۝

ترجمہ: اے ایمان والو۔ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جدوجہد کرو اس کی راہ میں۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ابن منظور لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں

تفسیر: الوسیلۃ فی الاصل ما یتوصل بہ الی الشیئ و یتقرب بہ الیہ (لسان العرب) یعنی جس چیز کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں۔ والوسیلۃ کل ما یتقرب بہ۔ (کشاف) ایمان، نیک اعمال، عبادات، پیروی سنت اور گناہوں سے بچنا یہ سب اللہ تعالےٰ تک پہنچنے اور اُس کا قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ اور مرشد کامل جو اپنی روحانی توجہ سے اپنے مرید کی آنکھوں سے غفلت کی پٹی اتار دے دل میں یاد الٰہی کی تڑپ پیدا کر دے۔ اس کے وسیلہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ کاملین اُمت نے ایسے مرشد کی تلاش میں سینکڑوں، ہزاروں کوس کی مسافت کو پیادہ طے کیا ہے اور اُن کی رہنمائی اور دستگیری سے آسمان معرفت و حکمت پر مہر و ماہ بن کر چمکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ (قول جمیل) اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ اسمٰعیل صاحب دہلوی کو بھی لکھنا پڑا۔

"اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک مے فہمند و وسیلہ مُرشد را میدانند۔ پس تلاش مرشد بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری ست و سنۃ اللہ برہمیں منوال جاری ست۔ لہٰذا بدون مُرشد را یابی نادر است،، (صراط مستقیم)

ترجمہ: یعنی سالکان راہ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مُرشد لیا ہے۔

پس حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاش مرشد ازبس ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سالکانِ راہِ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اسکا بے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذونادر ہے۔

؎ مولوی ہرگز نشد مولائے رُوم
تا غلام شمس تبریزی نشد (رومیؒ)

(ماخوذ ضیاء القرآن تفسیر پیر محمد کرم شاہ صاحب)



دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
دستِ اُو جز قبضۂ اللہ نیست

ترجمہ۔ پیر کا ہاتھ دور دراز و غائب لوگوں تک پہنچنے سے قاصر نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کا ہاتھ سوائے قبضہ اللہ کے کوئی دوسری چیز نہیں۔



اولیاء را ہست قدرت ازالٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ۔ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی طاقت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو بھی واپس کر سکتے ہیں۔



مختصر سوانح حیات

کتاب ہذا میں حضرت پیر غلام احمد صاحب چشتی رح کے حیات مبارکہ کی چند جھلکیاں معمولات اور اُن کی تعلیمات کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ناموافق حالات کے پیش نظر نہایت اختصار و ایجاز سے کام لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے۔ کہ وُہ اس ذہنی افراتفری کے دَور میں ہمارا ایمان بچائے۔ اور ہمیں بزرگانِ دین اور علماء حق کے راستے پر چلنے کی توفیق و ہمت بخشے۔ آمین!

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ!
غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

علم سرچشمہ ہدایت وحکمت ہے جس سے نسل انسانی ارتقا پاتی ہے۔ یہ علم اخلاق کو جلا بخشتا۔ کردار کی تعمیر کرتا اور سیرت کو نکھارتا ہے۔ اسی لئے علماء کو اسلام میں بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

خود ارشاد ربانی ہے۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات

اللہ تعالیٰ مومنوں کو عظمت سے ہمکنار کریگا۔ اور اہل علم کو کئی درجات مرحمت فرمائے گا۔

علماء ہی کسی قوم کا لازوال سرمایہ اور سرچشمہ حیات ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ حساس ودانا اور خود آگاہ لوگ رب سے ڈرتے اور جوابدہی کے تصور سے کانپتے رہتے ہیں۔

علماء کی صداقت۔ دیانت۔ ایثار پسندی شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات سے زیادہ خلق خدا کی بہتری کے آرزومند ہوتے ہیں۔ اور اس کے لئے شب وروز کام کرتے ہیں۔ اور اس کا اجر اللہ تعالےٰ سے چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانشین بنی ہوتے ہیں۔

یہ خدا کے وہ پاک بندے تھے۔ جو صرف اُس کی بڑائی کے قائل تھے۔ اور جنہوں نے اپنی زندگیوں کو دین کی خدمت کیلئے وقف کر دیا تھا۔ انہوں نے خود اپنے آپ کو اور اپنی زندگیوں کو اسلامی اخلاق کے دائرے میں اس طرح ڈھال لیا تھا۔ کہ دنیا آج اُن کے تذکرے پر حیران رہ جاتی ہے۔

لوگ۔ ان کے پاس روتے ہوئے آتے اور مسکراتے ہوئے جاتے تھے
حضرت پیر حافظ غلام احمدؒ صاحب کا شمار بھی ایسے ہی بزرگوں
میں ہوتا ہے۔ جب ہم ان بزرگوں کی زندگی پر غور کرتے ہیں۔
تو ان کو اخلاق کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر فائز دیکھتے ہیں۔ اور
انہیں بہترین اوصاف اور کمالات کا مجموعہ پاتے ہیں۔ یہ انہی
کا فیض اور انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ آج پورے
پاکستان میں حضرت باواجیؒ کے شاگرد حافظ قرآن اور علماء کی
صورت میں فیض سے عوام الناس کو سیراب کر رہے ہیں۔

خاندان

آپ کا خاندان قوم اعوان سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کے دادا
صاحب کا نام جناب میاں محمدؒ صاحب تھا۔ دادا کا نام جناب خیر محمد
اور پڑدادا کا نام جناب حافظ علی محمدؒ تھا۔
آپ ۱۸۸۸ء میں موضع عینو تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا
میں جناب حافظ میاں محمدؒ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا
خاندان ابتدا ہی سے دینی اور دنیاوی لحاظ سے ممتاز تھا۔ آپ
کے والد پیر سید مہر علی چشتی گولڑویؒ کے خاص متوسلین میں سے
تھے۔ مگر آپ کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی۔ ایک روز اپنے پیر کامل
خواجہ گولڑویؒ کے ہاں حاضری دی۔ اور التجا کی۔ کہ حضور میرے

ہاں اولاد نرینہ نہیں ہے۔ آپ دُعا فرمادیں۔ تو حضرت پیر کامل ؒ نے فرمایا۔ میاں محمد ؒ۔ آپ کے ہاں اولاد ضرور ہو گی۔ لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ اپنی اولاد کو قرآن کریم کا حافظ بنائے گا۔ آپ نے اپنے مرشد کامل سے وعدہ کرلیا۔ اسطرح آپ کی پیدائش مرشد کامل گولڑوی ؒ کی دُعا سے ہوئی۔

جب آپ پیدا ہوئے۔ تو آپ کا نام غلام احمد رکھا گیا۔

تعلیم و تربیّت:

جب آپ کی عُمر نو برس کی ہُوئی۔ تو حضرت میاں محمد ؒ صاحب اپنے مُرشد سے کئے ہوئے وعدہ کو ایفا کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو ٹھٹھ عُمر ضلع جھنگ میں جناب حافظ نامدار صاحب ؒ کے پاس لے گئے جو کہ حضرت خواجہ شمس الدّین سیالوی ؒ کے مخلص مُریدوں میں سے تھے۔ آپ کے پاس حضرت باواجی ؒ نے قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ اور بڑی لگن کے ساتھ قرآن مجید یاد کیا۔ اسی دَوران آپ کی والدہ محترمہ مائی جنڈ وڈی صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔ لیکن آپ کے والد نے آپ کو اس جانکاہ خبر سے بے خبر رکھا۔ تاکہ بچہ کمسنی میں ہی یہ نیک خیال چھوڑ نہ دے۔ آخر ایک مدّت کے بعد بچے نے قرآن مجید حفظ کر لیا اب والد محترم کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ آج انہوں نے اپنے شیخ کامل ؒ سے کئے ہوئے وعدہ کو پُورا کر دیکھایا تھا۔

چونکہ آپ کے والد محترم کو ویسے بھی دین سے بے حد لگاؤ تھا۔

اور وہ ہر وقت اس بات میں کوشاں رہتے تھے۔ کہ ہمارے خاندان کا ہر ایک فرد دینِ اسلام کا پابند ہو اور ذکرِ الٰہی میں اپنی زندگی گزارے۔

اس سے پیشتر آپ کے دادا جناب خیر محمد صاحب دنیاوی [illegible]ں میں مشغول رہے۔ لیکن آپ کے پردادا جناب حافظ علی محمد رح صاحب نے بھی آپ کی طرح اور آپ کے والد صاحب کی طرح ساری زندگی قرآنِ پاک کی تعلیم و تدریس میں گزاری تھی۔ لہٰذا آپ کے والد ماجد اپنے خاندانی مشن کو زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ اسلئے آپ نے اپنی بھرپور کوشش کی۔ کہ میرا بیٹا حافظ قرآن بن جائے۔ چنانچہ آپ کی کوشش بارآور ثابت ہوئی۔

یہاں ایک بات اور قابلِ ذکر ہے۔ کہ جس طرح آپ باواجی رح کی پیدائش حضرت پیر کامل گولڑوی رح کی دعا کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح اتنی مختصر عمر میں معاشی بدحالی کے دور میں قرآنِ پاک کا حفظ کرنا بھی آپ کی دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ جب آپ کی عمر پانچ سال کی تھی۔ تو والد صاحب ایک روز کندھوں پر بٹھا کر گولڑہ شریف لے گئے۔ حضور سے بیعت کرائی۔ اور قرآن کریم حفظ کرنے کے لئے دعا بھی کرائی۔ حضرت پیر کامل گولڑوی رح نے اپنا لعاب دہن حافظ جی رح کے منہ میں ڈالا۔ اور ارشاد فرمایا، میاں محمد تیرا یہ بیٹا حافظ قرآن ضرور بنے گا۔ اور قرآنِ پاک کی خدمت بھی ضرور کرے گا۔ گویا حضرت گولڑوی رح کی دونوں دعاؤں نے حضرت حافظ باواجی رح کو بہت بلند مقام پر لاکھڑا

گیا ہے۔

درنیض حق بند جب تھا نہ اب کچھ!
فقیر دل کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ
نہیں ملتی یہاں بھیک زاہد کبھی کو!
بہت جانچ دیتے ہیں دیتے ہیں سب کچھ

آپ نے قرآن پاک کی تعلیم تو اپنے استاد گرامی قدر جناب حافظ نامدار صاحب ؒ ٹھٹھ عمر ضلع جھنگ سے حاصل کی تھی۔ اور وہیں سے قرآن پاک حفظ کیا۔ لیکن مزید عربی کتب اور قرآن و حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ملتان کے نزدیک ایک قصبہ گھوڑے میں تشریف لے گئے۔ وہاں علوم اسلامیہ کے ماہر استاد مولانا غلام محمد گھوٹوی ؒ کی خدمت میں رہے۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ نے گورمانی ضلع مظفر گڑھ۔ دہلی۔ بمبئی۔ اجمیر شریف کے عالموں سے بھی پانچ سال تک فیض حاصل کیا۔ پھر آپ نچبہ اپنے گاؤں تشریف لے آئے۔ جہاں آپ کے گھر والوں نے اپنے اصلی وطن عینو سے نقل مکانی کر کے رہائش اختیار کی تھی۔

شادی

آپ کے والد محترم نے اپنی زندگی ہی میں آپ کا نکاح اپنے بڑے بھائی کی لڑکی سے کر دیا تھا۔ مگر خفتی نہیں ہوئی تھی جب

آپ اپنے پیرو مرشد حضرت گولڑوی ؒ کے فرمان کے مطابق عربی کتب کے علم حاصل کر چکے اور اپنے وطن واپس آ گئے۔ تو آپ کے تایا جی نے آپ کے گھر پہنچتے ہی آپ کی شادی کر دی نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ صرف رخصتی باقی تھی چنانچہ اب آپ کو اپنے گھر کا کاروبار سنبھالنا پڑا۔ کیونکہ آپ کے والد محترم اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر چکے تھے۔

ذریعہ معاش

اپنے چچازاد بھائیوں اور اپنے بھائی سے مل کر کھیتی باڑی کا کام شروع کیا۔ کچھ دنوں کے بعد نقل مکانی کر کے چک ستر جنوبی ضلع سرگودھا میں میری زمین کی کاشت بٹائی پر شروع کر دی۔ اسی چک میں ایک مسجد بوسیدہ حالت میں تھی۔ اس میں پیش امام تحصیل چکوال کے تھے۔ قبلہ نے رضا کارانہ طور پر مسجد کو نئے سرے سے بنانے کا کام شروع کر دیا۔ چند مہینوں میں شاندار مسجد بن گئی۔ جہاں آپ نے درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ جمعہ بھی آپ پڑھاتے تھے۔ اور باقی نمازیں وہ امام صاحب پڑھاتے تھے۔ چند سال کے بعد موضع موہن کے لوگوں کے اصرار پر آپ کھیتی باڑی کا کام چھوڑ کر مستقل طور پر دینی خدمت میں لگ گئے۔ اور یہاں آ کر آپ نے درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ لوگوں کے عقائد کی درستگی شعائر اسلام کی پابندی و متعلقہ دینی مسائل لوگوں

کو بتاتے اور سمجھاتے ـــ موہن کی کچی مسجد کو نئے سرے سے پختہ بنایا۔

موہن میں درس کی ابتدا

یہاں بری رسومات کا دور دورہ تھا۔ مذہب شعار کی واقفیت کم اور پابندی بالکل نہیں تھی۔ لوگوں کے عقائد بھی بڑے متزلزل تھے۔ آپ نے گاؤں گاؤں، قریہ قریہ جاکر لوگوں کو اسلامی رسومات سے روشناس کرایا۔

درس وتدریس کا سلسلہ دن بدن ترقی پاتا گیا۔ دو تین سال کے قلیل عرصہ میں گاؤں کے ہر گھر میں ایک دو فرد حافظ قرآن ہو گئے۔ باہر کے طلباء بھی قرآن پاک حفظ کرکے اپنے اپنے علاقہ میں جاکر دینی خدمت میں لگ گئے۔

بکریوں کا چرانا

درس وتدریس کے کام سے فارغ ہو کر آپ بکریوں کو جنگل میں چراتے تھے۔ موہن کی بستی پہاڑوں اور جنگلوں میں گھری ہوئی ہے۔ واپسی پر جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا لے آتے تاکہ مسجد میں لوگ سردیوں کے موسم میں گرم پانی سے وضو کریں۔ اسی طرح دینی خدمت کرتے موہن میں سات سال گزر گئے۔

حج بیت اللہ

حج کا شوق تھا۔ اور حضور کے روضۂ مقدس کی زیارت کا انتہائی شوق۔ وہ زمانہ بھی سستا تھا۔ آپ نے اپنے اس شوق کی خاطر اپنی بکریوں کو بیچ ڈالا۔ اور اپنے اہل وعیال کو اپنے وطن موضع پنجہ ضلع سرگودہا میں چھوڑ دیا۔ اور آپ کراچی پہنچے جہاں سے بحری جہاز میں سوار ہو کر جدہ پہنچے۔ اُس زمانہ میں حجاز مقدس میں بسیں نہیں تھیں۔ حاجیوں کے قافلے اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ بہرحال آپ حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد کراچی پہنچے۔ اور کراچی سے سیدھے مٹھ ٹوانہ تشریف لائے۔ یہاں سے آپ اپنے گاؤں آ گئے۔ آپ نام ونمود اور نمائش کے سخت مخالف تھے۔

تحصیل علم کا شوق

گھر پہنچ کر آپ نے علوم اسلامیہ میں مزید تعلیم حاصل کرنا چاہی تو اپنے گاؤں پنجہ میں ہی قاضی عبدالغفور صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُن سے چند کتابیں پڑھیں۔ اسی اثنا میں آپ کا ایک بچہ کمسنی کی حالت میں انتقال کر گیا۔ اور آپ اپنے گھر پر ہی تھے۔ کہ اچانک ہسلوئی سے ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بصد اصرار آپ کو ہسلوئی لے آئے۔

سلوئی میں آپ کی تبلیغی اور رفاہی خدمات

حضور نے اپنی تمام زندگی قرآن پاک پڑھانے میں بسر ہوتی۔ آپ
کی خوراک قرآن پاک پڑھنا۔ اور پڑھانا تھا۔ اس کے علاوہ رفاہ عامہ
کے وہ کام کیئے۔ صدیوں تک لوگ اُن سے فائدہ اٹھاتے رہینگے۔
مساجد کی تعمیر کے علاوہ آپ نے طلباء کی رہائش کیلیے مکانات تعمیر
کیئے۔ سلوئی میں بچوں کا پرائمری سکول تھا۔ آپ کی کوشش سے
مڈل سکول بنا۔ اور مڈل سکول کی عمارت ہزاروں روپوں سے اپنی
نگرانی میں تیار کرائی۔ بچیوں کا پرائمری سکول بنوایا۔ ڈاک خانہ بنوانے
میں بے حد کوشش فرمائی۔ اور تقریباً چھ ہزار روپے کی عمارت
بنوائی۔ علاج معالجے کے لئے ڈسپنسری کھلوائی۔ ابتداء میں کئی
سال تک ڈسپنسر کی تنخواہ کا خود ہی انتظام فرمایا۔ اب گورنمنٹ کی
تحویل میں ڈاک خانہ اور ڈسپنسری ہے۔ اُس کے علاوہ آپ کا
بہت بڑا کارنامہ وہاں سے لے کر سلوئی تک سڑک بنانے کا
ہے۔ لوگوں کو آمد ورفت کی بڑی تکلیف تھی۔ دشوار گزار اور
پہاڑی راستہ تنگ تھا۔ کئی ماہ دن رات مسلسل کام کر کے پہاڑوں
کو کاٹا۔ آخر سڑک تیار ہو گئی۔ یہ سارا کام آپ نے لوگوں کے
تعاون سے کیا۔ بسوں کی آمدورفت شروع ہو گئی۔ گاڑی کے
باہر اڈہ بنایا۔ ساتھ ہی مسجد بنائی۔

مختصر یہ کہ آپ کی ساری زندگی ہی خدمت دین اور خدمت خلق میں گزری۔ آپ نے تقریباً ۴۷ سال سلوئی میں دین اسلام کی خدمت کی۔ اور بعض دفعہ موضع سلوئی کے اُمراء کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔

تلامذہ آپکے تلامذہ کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ چونکہ ہر تلمیذ کے حالات یہاں درج نہیں کیے جا سکتے۔ اور ہر ایک کے حالات معلوم کرنا آسان نہیں۔ اس لئے یہاں صرف چند مشہور تلامذہ کے نام درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حافظ غلام رسول صاحب قبلہ والد صاحب حافظ بشیر احمد چشتی سجادہ نشین دربار عالیہ۔

(۲) حافظ حاجی مہر علی صاحب (۳) حافظ احمد علی صاحب

(۴) حافظ حاجی حق نواز صاحب (۵) حافظ حاجی غوث محمد صاحب مرحوم

(۶) حافظ حاجی حیدر صاحب مرحوم نابینا (۷) حافظ عبدالغنی صاحب

(۸) حافظ سید الطاف حسین شاہ (۹) حافظ احمد دین صاحب

(۱۰) حافظ حاجی محمد اکبر صاحب (۱۱) حافظ غلام نبی صاحب

(۱۲) حافظ حاجی محمد بشیر خاں صاحب (۱۳) حافظ عطا محمد صاحب

(۱۴) حافظ صفدر حسین شاہ صاحب (۱۵) حافظ غلام حیدر صاحب

(۱۶) حافظ غلام محمد صاحب مرحوم (۱۷) حافظ احمد خاں صاحب

(۱۸) حافظ محمد عنایت صاحب (۱۹) حافظ حاجی غلام حسین صاحب

(۲۰) پیر سید فرمان شاہ مرحوم (۲۱) حافظ خادم حسین صاحب

(۲۲) حافظ حاجی اللہ وتہ صاحب (۲۳) حافظ سید امیر حسین شاہ صاحب

(۲۴) حافظ حاجی عبدالرحمٰن صاحب

(۲۵) حافظ سید ظہور علی شاہ سجادہ نشین چورہ شریف

(۲۶) حافظ سید عجائب علی شاہ 〃 〃

(۲۷) حافظ سید دلبر حسین شاہ 〃 〃

(۲۸) حافظ صاحبزادہ مفضل الٰہی سجادہ نشین جلہاری شریف

(۲۹) صاحبزادہ احمد سعید صاحب سجادہ نشین ترمنی شریف

(۳۰) حافظ مغل پیر صاحب (۳۱) حافظ نور احمد صاحب

(۳۲) حافظ گلزار احمد صاحب (۳۳) حافظ الطاف حسین صاحب

(۳۴) حافظ محمد اقبال صاحب (۳۵) حافظ غلام محمد صاحب

(۳۶) حافظ لطیف حسین شاہ صاحب (۳۷) مولوی حکیم غلام سرور صاحب

(۳۸) حافظ فضل کریم صاحب (۳۹) حافظ محمد بشیر صاحب

(۴۰) حافظ محمد روشن صاحب (۴۱) حافظ محمد امین صاحب مرحوم

(۴۲) حافظ فیض احمد صاحب (۴۳) حافظ محمد صادق صاحب

(۴۴) حافظ حاجی محمد امیر صاحب (۴۵) حافظ خان محمد صاحب

(۴۶) حافظ حاجی قاضی اکرام الحق صاحب (۴۷) حافظ عبدالواحد صاحب

(۴۸) حافظ نور محمد صاحب (۴۹) حافظ محمد عنایت صاحب

(۵۰) حافظ خورشید محمد صاحب (۵۱) حافظ محمد اسلم صاحب

(۵۲) حافظ محمد انور صاحب (۵۳) حافظ خلیل الرحمٰن صاحب

(۵۴) حافظ محمد افضل صاحب (۵۵) حافظ محمد عنایت صاحب نابینا

اخلاق وسیرت

خوف خدا۔ تقویٰ: اللہ تعالےٰ کا خوف آپ کے دل میں اتنا جاگزیں ہو گیا تھا۔ کہ آپ ہر وقت آخرت کے خیال سے غور و فکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ اس سوچ و بچار اور دائمی فکر نے آپ میں اس قدر سنجیدگی متانت اور وقار پیدا کر دیا تھا کہ آپ مسکراتے تک نہ تھے۔

آپ نہایت پرہیزگار اور عبادت گزار تھے۔ اور حرام سے بہت بچتے تھے۔ اکثر خاموش رہتے تھے۔ یعنی بلاوجہ باتیں کرتے رہنے کی عادت نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ فکر میں ہیں۔ اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ کوئی شخص مسئلہ پوچھتا اگر معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ کسی کا سوال رد نہ کرتے تھے۔ لیکن خود کسی کے سامنے کوئی حاجت نہیں لیکر جاتے تھے۔ اور کسی سے کوئی سوال نہیں کرتے تھے۔ دنیا کی عزت اور بڑائی کی پرواہ بالکل نہیں کرتے تھے۔ باتیں بہت کم کرتے تھے۔ غیر ضروری باتوں میں کبھی دخل نہیں دیتے [illegible] غیبت سے بہت بچتے تھے۔ جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی سے [illegible] ورنہ خاموش رہتے تھے۔ مال کی طرح علم کو خرچ کرنے میں بہت فیاض [illegible]

اتباع سنت: آپ نے تمام عمر اتباع [illegible] آپ کی زندگی ایک [illegible]

مسلمان کی سی تھی۔ آپ اس حد تک قانع تھے۔ کہ آپ نے نہ تو کبھی اپنی غریبی کا رونا رویا۔ جن لوگوں نے آپ کو قریب سے دیکھا ہے اُن کا قول ہے کہ پرہیز گاری۔ تقویٰ۔ طہارت۔ عبادت دریاضت میں آپ یکتا تھے۔

پابندیٔ شریعت: شریعت مُصطفویؐ پر استقامت کے ساتھ کاربند رہنے کو اپنا لائحہ عمل بنایا۔ گفتار و کردار۔ نشست و برخاست۔ خورد و نوش وضع قطع اور لباس وغیرہ الغرض تمام شعبہ ہائے حیات میں حضرت باواجی صاحبؒ کی یہ کوشش ہوتی۔ کہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرِ مو انحراف نہ ہو۔ پانچوں نمازیں اوّل وقت میں با جماعت ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ ملنے والے احباب کو ذکرِ الٰہی کی کثرت پہ زور دیتے۔ اور اُن کو ہمیشہ یہ فرماتے کہ ذکرِ الٰہی سے ایک لمحہ بھی غفلت نہیں کرنی چاہیئے۔

آپ صاحبان کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنے اوقات کو ذکر و فکر اور اطاعت و عبادت میں صرف کرو۔

حبِّ اللہ و حبِّ رسولؐ صحیح مومن یا مومن کامل کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے۔ کہ وہ سراسر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کی محبت سے سرشار ہوتا ہے۔ اور دُنیا کی تمام چیزوں کو اپنی اس محبت کے سامنے بے قیمت سمجھتا ہے۔ چنانچہ آپ حبِ اللہ و حبِ رسولؐ کا ایک جیتا جاگتا مظہر تھے۔ آپ جمعہ کی شب عبادت الٰہی میں صرف کرتے تھے۔

حضورؒ سے بھی بے پناہ محبت و ارادت رکھتے تھے۔ جب حضورؒ کا نام مبارک زبان پر آتا۔ یا کسی سے سُنتے۔ تو اللہ ھُو کی آواز بے اختیار زبان سے نکل جاتی یا بعض دفعہ آنسوؤں کی لڑیاں آنکھوں سے نکل آتیں۔ اور بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی۔

کلام اللہ سے محبت: آپ کو قرآن پاک سے بے حد محبت تھی۔ خود مجید حافظ تھے۔ آپ نے اپنے ہزاروں متوسلین کے قلوب میں جذبۂ محبت قرآن پاک کی مشعل روشن فرمائی۔ اور انہیں اپنے بچوں کو کلام اللہ کا حافظ بنانے کی ترغیب وتاکید فرمائی۔ نیز موضع سلوئی میں دارالعلوم اسی خاص مقصد کی تکمیل کی غرض سے قائم فرمایا۔ جس کی بدولت صدہا مسلمانوں نے دولتِ قرآن کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا۔ اور کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ضلع سرگودھا جہلم میں مدارس دینیہ کی سرپرستی قبول فرمائی۔ اور ذوقِ قرآن خوانی کو فروغ بخشا۔ اور خود ماہِ رمضان میں نماز تراویح میں قرآن سُنتے اور سُناتے تھے۔

آپ نے اپنی زندگی کی ہر ساعت میں مواعظ حسنہ کے ذریعہ قرآنی مسائل و احکام کی اشاعت و تبلیغ اور ان پر عمل کی ترغیب و تلقین فرمائی۔ غرضیکہ آپ کی کوئی نشست قرآن و حدیث کے تذکرہ سے خالی نہ ہوتی تھی۔ جن خوش نصیبوں کو آپ کے فیضان صحبت سے بہرہ ور ہونے کا موقع ملا ہے۔ وہ اس لطف سے خوب آشنا ہیں۔ جس قدر آپ کو قرآنِ پاک سے محبت تھی

اسی قدر احترام و ادب بھی ملحوظ تھا۔ اس معاملہ میں ذرہ برابر لغزش خواہ کسی سے ہو۔ گوارا نہ فرماتے۔

وعظ و نصیحت آپ ایک شعلہ بیان مقرر تھے۔ آپ جب تقریر یا وعظ فرماتے تو تمام حاضرین خاموش ہو جاتے اور محفل پر سکتہ کا سا عالم طاری ہو جاتا۔ آپکی تقریر نہایت آسان الفاظ کا مجموعہ ہوتی تھی۔ نہایت شستہ اور سلیس تقریر کرتے تھے۔ تھوڑے سے بہت پڑھے لکھے لوگ بھی آپ کی بات کو بڑی آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔ لوگ طرح طرح کے مسائل پوچھتے۔ اور آپ ان کا جواب اخلاق کریمانہ سے دیتے۔ کبھی کسی کے جذبات و احساسات کو آپ کی باتوں سے ٹھیس نہیں لگی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر شخص آپ کی قدر و منزلت کرتا تھا۔

آپ لوگوں کو تلقین کرتے تھے۔ کہ انسان کا سب سے بدترین اور سب سے زیادہ دشمن اس کا اپنا نفس ہے۔ جس شخص نے اپنے نفس امارہ کو سختی سے کچل دیا۔ اور اسکی باتوں پر دھیان نہ دیا۔ اس نے صراط مستقیم کو پا لیا۔

توکل علی اللہ: آپ توکل علی اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ آپ نے ہر حال [illegible] تعالے پر بھروسہ رکھا۔ اللہ تعالے سے جو محبت و ارادت آپ کو تھی۔ اسی کی وجہ سے آپ لوگوں کے ساتھ تواضع و احترام اور اخلاص و مودت کا سلوک کرتے تھے۔ کیونکہ جو شخص لوگوں سے حسن اخلاص

سے پیش نہیں آسکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کیا حاصل کریگا۔ آپ تکبر و غرور سے کوسوں دور تھے۔

آپ دنیا کے مال و متاع کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ کیونکہ قدرت نے آپ کو وہ قلب عطا فرمایا تھا۔ جو حرص و ہوا سے ایک دم پاک تھا۔ دنیا کی کسی شئے سے آپ کو نہ محبت تھی۔ نہ آپ نے کبھی مادی اشیا کے طمع کو اپنے دل میں جگہ دی تھی۔ آپ کے پاس جو کچھ آتا یا موجود ہوتا آپ اس کو خدائی امانت تصور فرماتے۔ اور اس میں سے موقعہ و محل کے لحاظ سے فی سبیل اللہ خرچ فرماتے ـــ ہر حال میں شکر خدا آپ کی زبان پر ہوتا۔

تزکیہ نفس : آپ کی زندگی زہد و تقوی۔ صبر و قناعت اور وقار و سکون کا مجموعہ تھی۔ آپ نے اپنے نفس کو آلائشوں سے پاک رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپ نے اپنے علم سے کبھی مالی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ آپ کی مالی حالت ایسی مستحکم نہ تھی کہ خوش حالی اور فارغ البالی سے گزر اوقات ہوسکتی۔ آپ نے ساری زندگی کبھی سے قرض لینا یا عطیہ لینا گوارا نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو اپنے نفس کو تسخیر کر لیتا ہے۔ کائنات اس کی مطیع و فرمانبردار ہو جاتی ہے۔

خدمت میں عظمت ہے۔ اور خدمت ہی سے راحت ہے۔

عبادت و ریاضت کر کے انسان دنیا کی ہر شئے پر حکومت کرسکتا ہے ـــ

ادب ہی سے انسان انسان ہے ـــ ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے۔

انھوں نے خدا سے لو لگائی وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گئے۔ دنیا کی تکالیف، ان کے لئے تکالیف نہ رہیں۔ بلکہ راحت ہو گئیں۔ عوام ان کے کمال سے محو حیرت ہوئے، اور وہ جمال الٰہی سے حیرت زدہ رہے۔ یہ حیرت، روح کی معراج کمال ہے۔ فی الحقیقت ترقی روح کی ترقی ہے۔ جو روحانی ترقی حاصل کرتا ہے۔ اس کے مرتبہ کو دنیا والے کیا سمجھ سکتے ہیں؟

درویشوں سے سلوک:

آپ طلباء کے ساتھ بہت خوش اخلاقی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ آپ کے خلوص و محبت اور محنت و جانفشانی کی بدولت آپ کا مدرسہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا۔ اور طالبان علم دور دراز سے بصیرت علمی حاصل کرنے کے لئے آپ کے مدرسہ میں آنے لگے۔

شاگردوں میں سے جس کسی کو تنگ دست دیکھتے۔ اس کی مدد کرتے تھے۔ تاکہ وہ اطمینان قلبی سے اکتساب علم میں مشغول رہے آپ سب کے ساتھ بڑی محبت و شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ آپ کو طلباء سے غیر معمولی انس تھا۔ اور ان کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال فرماتے تھے۔ ان کی دل جوئی فرماتے تھے۔ اور خاص طور پر ان طلبہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جو دوسرے شہروں سے آ کر اپنے گھر سے دور علم حاصل کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ ہر سال سردی کے موسم میں آپ درویشوں اور مسکینوں کے لئے کمبل اور روئی کی گرم صدریاں منگوا کر تقسیم فرمایا

کرتے تھے۔

گرمی کے موسم میں اپنی پالی ہوئی بکریوں کا دودھ نمک ڈال کر درویشوں کو پلاتے۔ اور سردیوں میں دودھ کی چائے بنا کر درویشوں کو پلاتے۔ درویشوں کے آرام میں آپ کو بہت فرحت محسوس ہوتی تھی۔

طلباء کی خوراک، کپڑے و دیگر ضروری اخراجات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ درویشوں کے کام میں اُن کا ہاتھ بٹاتے تھے۔

چُورہ شریف کے پیر صاحبان آپ کے خلق، حُسن انتظام سے بڑے ہی متاثر تھے۔ اسی وجہ سے چورہ شریف کے بہت سے صاحبزادے درس میں شامل رہے ہیں۔ جن میں سے پیر دلبر حسین صاحب پیر عجائب علی شاہ صاحب۔ نسیم علی شاہ مرحوم۔ انور شاہ صاحب۔ خادم حسین شاہ اور حافظ ظہور علی شاہ صاحب نے قرآن کریم بھی یہاں ہی حفظ کیا۔ مزید برآں قبلہ پیر نور بادشاہ صاحب مرحوم بھی دورہ پر تشریف لاتے۔ دو چار نئے طالب علم داخل کرا جاتے۔ جو زیادہ تر علاقہ پونچھ کے ہوتے تھے۔

ادب و تواضع: آپ نے اپنی زندگی کی ہر ساعت مجبور مہمانوں۔ بیواؤں۔ یتیموں۔ بیمار حل۔ مسلمان اور غیر مسلموں بلکہ دشمنوں تک سے بہترین سلوک فرمایا۔ ہر حاجت مند کی حاجت روائی۔ دردمند کی ہمدردی۔ یتیم کی سرپرستی بیواؤں کی دستگیری۔ دوستوں کی دلنوازی۔ اقرباء کی دلداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا۔

درویشوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور اُن کے ساتھ کھانا کھانے سے پرہیز نہ تھا۔ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ جو کوئی مل جاتا۔ اُسے سب سے پہلے سلام کرتے۔

سادگی اور بے تکلفی: کھانے پینے۔ پہننے میں کسی چیز کا کوئی تکلف نہ تھا۔ جو سامنے آتا۔ کھا لیتے۔ پہننے کو جو مل جاتا پہن لیتے۔ کھانے میں بھی نمائش کو ناپسند فرماتے۔ لباس میں سامان آرائش سے آپ طبعاً نفرت کرتے تھے۔ غرض ہر امر میں سادگی اور بے تکلفی آپ کا شیوہ تھا۔

مہمان نوازی: ملک کے تمام اطراف سے لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے۔ آپ بذاتِ خود ان مہمانوں کی خاطر داری اور تواضع فرماتے۔ اور بنفسِ نفیس ان کی خدمت کرتے۔ مہمان آجاتے تو گھر میں جو کچھ موجود ہوتا۔ وہ اُن کو کھلا دیا جاتا۔

شرم وحیا: شرم وحیا کا اثر آپ کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا تھا۔ کبھی کسی سے بد زبانی نہیں کی۔ بازار جاتے تو چپ چاپ گزر جاتے آپ رفع حاجت کے لئے اسقدر دور نکل جاتے کہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے۔ آپ فرماتے۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ کہ جس میں حیا نہیں اُس میں ایمان بھی نہیں۔

ایثار: آپ کا دستِ کرم ہر وقت کشادہ رہتا تھا۔ ساری عمر

فراخدلی سے خرچ فرماتے رہے۔ اور خرچ کرنے کی تعلیم دیتے رہے۔
اور انفقوا مما رزقنھم ینفقون پر تادم آخر عمل کر کے دکھایا۔

عفت وعصمت: آپ کا دامن تمام قسم کی آلودگیوں سے پاک بچا۔ آپ کو بے حیائی کی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ آپ فطرتاً نہایت غیور اور خوددار تھے۔

قناعت پسندی: آپ کو عادت سوال مطلق نہ تھی۔ آپ اپنی کوئی ضرورت کسی سے بیان نہ کرتے۔ اپنے تمام معاملات کا خدا کو کفیل جانتے۔ اور اکثر مواقع پر یہ مصرعہ فرماتے۔

"خدا خود میر سامان است ارباب توکل را"

اور اپنی ذاتی اغراض کے لئے کسی کو کبھی ارشاد نہ فرماتے

عجز وانکسار: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورۃ فرقان)

ترجمہ:-
اور عباد الرحمن وہ ہیں جو زمین پر اترا کر نہیں چلتے۔ اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں۔ تو وہ سلام کہتے ہیں۔

اگرچہ قدرت نے آپ کو ہر لحاظ سے آسودہ حال بنایا تھا۔ تاہم آپ نے ساری زندگی عوام کے ساتھ گھل مل کر بسر فرمائی۔ اور اپنے قول وفعل سے ہر موقع پر تواضع وانکساری کا ثبوت دیا۔ پہاڑی اور سنگلاخ زمینوں میں سڑکیں خود بنوائیں۔ اور خود مزدوروں کی طرح کام کر کے سنت نبوی کی پیروی کی۔

صبر و استقامت:

اپنے پیر و مرشد حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رح کے وصال کے بعد آپ اکثر مغموم ہی رہتے تھے۔ تاہم اب عبادت الٰہی میں ہی دن رات گزرتے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ کی بیٹی اور اہلیہ محترمہ بیمار ہو گئیں۔ اور یکے بعد دیگرے ایک دن کے وقفے کے بعد دونوں کی اموات واقع ہوئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا پر اتنے شاکر تھے کہ سوائے صبر و رضا کے کچھ نہیں کہا۔ اگرچہ آپ کی طبیعت نہایت نرم تھی۔ کسی کو رنج و پریشانی میں دیکھتے۔ تو پریشان ہو جاتے اور آپ کی چشم پُرنم ہو جاتی۔ لیکن اپنی اہلیہ محترمہ اور بیٹی کی وفات پر کوئی ایسا بے صبری کا لفظ زبان مبارک سے نہیں نکالا۔

وقار و جلالت شان:

آپ کی جلالت شان کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ کی مجلس میں کسی کو ہنسی مذاق اور غیر ضروری باتیں کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ الغرض اللہ تعالےٰ نے اُن کی ذات میں وہ صفات یکجا کر دی تھیں۔ جو ایک کامل مرد میں ہونی چاہیئے۔ تزکیۂ نفس۔ عبادت و ریاضت۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ جبر و قناعت۔ صبر و ضبط۔ توکل علی اللہ۔ عزم و استقلال۔ ثابت قدمی۔ خدمت قرآن و حدیث۔ اتباع سنت رسول کریم۔ اتباع سلف۔ فقر و فاقہ۔ بے مثال حافظہ و یادداشت۔

رحمدلی: آپ بے حد منکسر المزاج، کریم النفس اور وسیع الاخلاق تھے۔ مساکین اور غرباء پر زیادہ شفقت فرماتے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ اُمراء کی عزت تو سب کرتے ہیں۔ غرباء سے کون محبت کرتا ہے۔ جن کے دل میں دردِ محبت الٰہی ہوتا ہے۔ وہ کسی کی مصیبت نہیں دیکھ سکتے۔ وہ عشق الٰہی میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر رہتے ہیں۔ لیکن احکام الٰہی کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ دنیا میں رہ کر دنیا سے تعلق ختم نہیں کرتے۔

آپ عامتہ المسلمین کے علاوہ تمام بنی نوع انسان اور بے زبان جانوروں تک کے ساتھ دلنوازی، رحمدلی، ایثار و خلوص محبت و شفقت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے کسی ذی رُوح کو کبھی اذیت نہیں پہنچائی۔ اور نہ کسی کو بے ضرورت تکلیف میں مُبتلا فرمایا۔ اور کسی بھی معاملہ میں سختی اختیار نہ فرماتے۔ مگر دینی امُور میں —— آپ اپنے بڑے سے بڑے نقصان پر بھی کسی سے ناراض نہیں ہوتے تھے بلکہ مسکرا کر ٹال دیتے تھے۔

؎

کاظمین الغیظ غُصہ میں کبھی آتے نہیں
رنج سہتے ہیں مگر وہ رنج پہنچاتے نہیں

رمضان شریف کے اوقات :

رمضان شریف کی تراویح میں ہر روز سوا پارہ قرآن شریف سُنا کرتے ۔ مقتدیوں کی رعایت مدِنظر ہوتی تھی ۔ نماز فجر کے بعد وظائف ہوتے اور پھر حسبِ معمول درس و تدریس میں مصروف ہو جاتے ۔ عادت مبارک تھی ۔ کہ باتیں بہت کم کرتے تھے ۔ مجلس میں بیٹھتے تو بھی ذکر میں مشغول رہتے ۔ تلقین و تدریس کے دوران بھی ذکر جاری رہتا تھا ۔

رمضان شریف میں قرآن پاک کے کئی ختم شریف منعقد کئے جاتے ، اور آخری عشرہ میں آپ اعتکاف بھی فرماتے تھے ۔

علمائے کرام کا احترام :

حضرات عُلمائے کرام کی تشریف آوری کے وقت آپ کو غیر معمولی خوشی ہوتی تھی ۔ بڑے احترام سے ان کو خوش آمدید کہتے تھے ۔ اور ان سے گفتگو کرنے میں ادب و احترام کا مجسمہ معلوم ہوتے تھے ۔ عُلمائے اہلسنت جتنی دیر تشریف فرما رہتے ۔ آپ اُن کے پاس موجود رہتے ۔ اور ان کی عزت و تواضع میں کسی قسم کی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے ۔

میلے تماشوں سے نفرت :

حضرت باواجیؒ صاحب نے ساری زندگی میلے تماشوں سے نفرت کی ۔ آخری عمر میں چراپیدان شاہ میں منتقل ہو گئے تھے ۔ یہاں ہر سال اپریل کے مہینہ میں سید سبدان شیرازیؒ کے مزار پر میلہ و عُرس ہوتا ہے ۔ اور بد تماشں

عورتیں یہاں آکر ناچتی گاتی تھیں۔ آپ حضرت اپنے واعظوں میں لوگوں کو تلقین کیا کرتے تھے۔ اور دعا کرتے تھے کہ اپنی زبان کو گناہ آلود نہ کرو۔ آپ اکثر ایسے گمراہ اور بد طینت لوگوں کے خلاف اپنی تقریروں سے جہاد کرتے رہتے تھے۔

حضرت کی اپنے پیر سے عقیدت:

آپ کو اپنے شیخ اور پیر و مرشد کے ساتھ بے حد عقیدت اور کمال درجہ کی محبت تھی۔ آپ اکثر اپنے پیر و مرشد کے ہاں پیدل جایا کرتے تھے۔ اور آپ کے مرشد کامل حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رح آپ پر کمال مہربان تھے۔ حضرت باواجی فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے مرشد کامل کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی محبت سے آیا۔ اسے اس کی استعداد سے زیادہ فیوض و برکات سے نوازا جس کسی نے آپ کو ایک بار دیکھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے وہی کا ہو کر رہ گیا۔

وصال شیخ کے بعد حالت:

حضرت باواجی صاحب اپنے شیخ کے فراق میں عجیب غم واندوہ کی کیفیت میں مبتلا رہتے تھے۔ نماز ادا کرتے وقت یا وظائف پڑھتے وقت۔ یا باتیں کرتے وقت۔ حتی کہ اٹھتے بیٹھتے آپ پر گریہ طاری رہتا۔ اس صورت حال کے پیش نظر درس و تدریس

کا کام بڑے شاگردوں نے سنبھال لیا۔ کچھ عرصہ یہی حالت رہی۔

عملی سیاست سے پرہیز: آپ نے کبھی سیاست میں حصّہ نہ لیا۔ بعض مخلصین نے امیدواروں کے انتخاب میں امداد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر آپ نے ہمیشہ یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ کہ فقیر کو اپنے کاموں ہی سے فرصت کہاں؟ تو وہ لوگ واپس چلے جاتے۔

آپ فرماتے۔ کہ زمانہ نازک ہے۔ انسان کو خدا کے ساتھ لو لگانی چاہیئے۔

خلافت: حضرت پیر حافظ غلام احمد صاحبؒ کو حضرت پیر مرشد کامل سید مہر علی شاہ گولڑویؒ نے سلسلہ چشتیہ کا خرقۂ خلافت عطا فرمایا تھا — اس کے علاوہ قادریہ اور نقشبندیہ سلسلہ کی بھی خلافت آپ کو عطا کی گئیں تھیں۔ مگر آپ کے پاس جو آتا۔ آپ اس کو اپنے مرشد خانہ حضرت گولڑویؒ کے پاس ہی بھیجتے تھے۔



بندۂ مومن کا دل بیم و رجا سے پاک ہے
قوت فرمانروا کے سامنے بے باک ہے!

رفتار و سلام میں پہل: آپ کی عادت سُبک خرامی کی تھی بہت آہستہ چلتے تھے اور زمین پر پیر اس طرح رکھتے تھے کہ آواز کا نام نہیں ہوتا تھا۔ آپ سلام میں پہل کرنے کو بڑا محبوب سمجھتے تھے جب آپ نماز سے فارغ ہوکر مسجد سے باہر تشریف لاتے اور کاشانہ مبارک کی سمت چلتے تو ہر قدم متانت اور آہستگی سے اُٹھاتے تھے۔ نیچی نگاہوں کے ساتھ کچھ پڑھتے ہوئے چلتے تھے۔ راستہ میں باتیں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

غذا و لباس: آپ بہت ہی قلیل الغذا تھے اور انواع واقسام کے کھانے بھی آپ کے دستر خوان پر نہیں ہُوا کرتے تھے۔

آپ کی عادت تھی کہ آپ ہفتہ میں دو مرتبہ لباس تبدیل فرمایا کرتے ایک جمعہ کے دن اور دوسرے سوموار کو۔ اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا تھا۔

آپ کے لباس میں تہبند۔ نیچا کُرتہ۔ صدری۔ عمامہ جس کے نیچے ململ کی ٹوپی۔ پیروں میں سادہ دیسی جوتی ہوتی تھی۔ کُرتے کے نیچے آپ شلوکا پہنتے تھے۔

حُسنِ صورت: اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو عزت و رتبت سے نوازتا ہے۔ انہیں نہ صرف اچھے اخلاق و عادات عطا فرماتا ہے بلکہ حُسنِ صورت کا گراں بہا عطیہ بھی مرحمت فرماتا ہے۔ حضرت باداجیؒ کو خدا نے فضل و کمال کے ساتھ حسنِ صورت بھی دیا تھا۔ اچھی شکل اور جسم موزوں تھا۔ گفتگو بہت نرمی سے کرتے تھے

آواز بلند اور صاف تھی۔

عادات: آپ کی جملہ عادات پاکیزہ اور پسندیدہ تھیں۔ اور ان سب کاموں میں جو ایک انسان کو کرنا پڑتے ہیں۔ مثلاً چلنا پھرنا۔ بات چیت۔ ملاقات و سلام و مصافحہ۔ اُٹھنا بیٹھنا اور لیٹنا اور کھانا پینا یا لباس پہننا سب ہی کے انجام دینے میں آپ سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا خیال رکھا کرتے تھے۔

معمولات: آپ حسب معمول صبح کی اذان سے پیشتر ایک گھنٹہ نماز تہجد ادا کرنے کو بیدار ہوتے اور درویشوں کو اٹھاتے۔ نماز تہجد کے بعد آپ درویشوں کے اسباق سُننا شروع کر دیتے۔ صبح نماز گزارنے کے بعد آپ وظائف پڑھتے اور اشراق کی نماز ادا کرتے۔ بعد ازاں گائے اور بکریاں اپنے ہاتھ سے دوہتے۔ واپس مسجد میں آکر طالب علموں سے اسباق اور منزل سُنتے رہتے۔ دوپہر کو اپنے ہاتھ سے درویشوں میں روٹی تقسیم فرماتے جب روٹی سے درویش فارغ ہو جاتے تو آپ خود کھانا کھاتے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد آپ قیلولہ فرماتے اور درویشوں کو بھی آرام کرنے کے لئے فرماتے۔

جمعہ کے دن جو دور دراز علاقہ کے درویش گھر نہیں جا سکتے تھے۔ اُن کو ہمراہ لے کر چشمہ پر لے جاتے۔ اور کپڑے دھونے میں اُن کی مدد فرماتے ہر روز نماز ظہر کے بعد درویشوں سے پوچھتے۔ آج تم نے کیا کھانا ہے۔ درویشوں کے حسب منشا کھانا تیار کیا جاتا۔ رات کو بھی اپنے ہاتھ سے درویشوں کو روٹی کھلاتے اور خود پانی پلانے کے لئے کھڑے رہتے۔ جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو بعد میں گھر جا کر کھانا کھاتے۔ یہ آپ کا عادی

زندگی کا معمول تھا۔

ہندوؤں کا مشرف بہ اسلام ہونا

حافظ احمد علی صاحب فاروقی بتاتے ہیں کہ یہ سنہ ۱۹۴۵ء کا واقعہ ہے ایک ہندو نتھو رام سکنہ غریب وال تحصیل پنڈ دادنخان سلوئی آیا اور چند یوم اپنے قریبی رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرا جمعہ کے دن حضرت باواجیؒ صاحب وعظ فرما رہے تھے تو باہر وہ ہندو بیٹھا آپ کے وعظ کو سن رہا تھا۔ نماز جمعہ کے بعد وہ ہندو نتھو رام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت باواجیؒ سے عرض کی کہ مجھے کلمہ شریف پڑھائیں چنانچہ حضرت باواجیؒ نے اس کا نام غلام رسول رکھا اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ اسی سال ایک اور ہندو منگت رام بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ منگت رام جس کا اسلامی نام محمد دین رکھا گیا تھا بعد میں اس کی شادی جلال دین ڈھوک واتے کی ہمشیرہ سے ہوئی آج بھی اس کی اولاد موجود ہے۔

مختصر یہ کہ آپ کے اخلاق بڑے کریمانہ تھے کہ جہاں کہیں رام رام کے نام جپے جاتے تھے۔ آج وہاں اسلام کی عظمت کا سورج چمک رہا ہے۔ [illegible] اور پاکیزگی آپ کا فیض ہے [illegible] ہو جاتے تھے

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

سرزمین ہند و پاک پر اسلام کی اشاعت میں اولیائے کرام

کا بہت زیادہ ہاتھ ہے جنہوں نے اپنے فیوض و برکات سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا اور حلقہ بگوش اسلام بنایا۔

ملفوظات

قارئین کرام کے افادہ کے لئے یہ چند ملفوظات پیش کئے جا رہے ہیں۔ حضرت پیر حافظ حاجی قاری غلام احمد صاحبؒ بزرگ عالم و عامل۔ عارف کامل اور علم شریعت و طریقت میں یگانہ روزگار تھے۔ انہوں نے اپنی عمر کا ساٹھ سالہ حصہ ضلع جہلم کے مضافات موہن۔ سلوٹی اور چوآسیدن شاہ میں گزارا اور یہاں تبلیغ دین کا مقدس فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

آپ فرمایا کرتے :-

- جو شخص نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی ہر جائز خواہش پوری کرتے ہیں۔
- خدا اُس کو اپنا دوست رکھتا ہے جو اللہ کے بندوں کی بے غرضانہ خدمت کرتا ہے۔
- تقاضائے محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے آگے سر نگوں رہیں
- خدا سے محبت کرنے والا ہمیشہ غمگین رہتا ہے۔
- توکل حیا کی نشانی ہے۔
- جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ خدا اُسکی مدد ضرور کرتا ہے۔
- محبت اہل بیت و صحابہ کبارؓ ایمان میں سے ہے۔
- فقیر وہ ہے جو خدا کی محبت میں مٹ جائے۔
- حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت دراصل دین ہے۔

• - اہل اللہ کے ذکر و فکر میں سکون ملتا ہے۔

کرامات

"العلماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل"
میری اُمت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں

نہ پُوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جب باطن کی آنکھ کھل جاتی ہے اور اسرار و رموز الٰہی اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ تو وہ کائنات کی ہر پوشیدہ چیز کو دیکھ لیتا ہے اور ہر شے کی حقیقت و ماہیت اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ ان کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ پُورا ہو جاتا ہے۔ کائنات پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ یہ چاہیں بخش دیں۔ کیونکہ مادیت پر ہمیشہ روحانیت کی حکومت رہتی ہے۔ مادیت روحانیت کے مالک کے تصرف میں رہتی ہے۔ جس سے دنیا والے حیران ہو جاتے ہیں اسی کو کرامت کہتے ہیں۔ اللہ والوں کی زندگی بھی خدا کے راستے میں صرف ہوتی ہے۔ اور موت کے بعد بھی وہ رشد و ہدایت خلق کرتے رہتے ہیں۔

حضرت باوا جیؒ صاحب کی سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ آپ کا کوئی فعل بھی سنتِ نبویؐ کے خلاف نہیں دیکھا گیا۔

اس کے علاوہ ظاہراً کوئی مستقل آمدنی نہ ہونے کے باوجود بھی آپ کا لنگر بڑا وسیع تھا۔ حالانکہ آپ نے درس کے لئے کبھی کوئی رسید بک نہیں چھپوائی اور نہ ہی کسی سے درس کے لئے چندہ کی اپیل کی۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت باوا جیؒ صاحب کے دامنِ شفقت سے وابستگی رکھنے والوں کی تعداد کئی ہزار ہے۔ جنہوں نے آپ سے براہِ راست فیض حاصل کیا اور

وہ حضرت باداجیؒ کی کرامتوں سے آگاہ ہیں تاہم میں چند واقعات پر اکتفا کرتا ہوں:

۱۔ حافظ عبدالغنی صاحب کہتے ہیں کہ ۶ جنوری ۱۹۷۰ء کو میرا تبادلہ پرائمری سکول ڈھوک صوبہ سے پرائمری سکول بینکڑہ تحصیل جہلم میں ایک آدمی نے ذاتی اثر ورسوخ کے بل بوتے پر کرا دیا۔

میں نے حضرت باداجیؒ کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہتری فرمائیں گے۔ میری دعائیں تمہارے شامل حال ہیں۔ ۲۲ مئی ۱۹۷۰ء کو میں نے حضور باداجیؒ سے عرض کیا کہ ایک بہت بڑے آدمی سے ٹکر ہے تبادلہ نہیں ہو رہا۔ تکلیف میں ہوں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ دیکھو اس سے بھی کوئی بہت بڑا ہے۔ جاؤ صرف ایک مہینے کا چکر ہے تبادلہ تو ہو گیا ہے ایک مہینہ انتظار کرو۔ ہوا یوں کہ صحیح ایک ہی ماہ بعد مجھے تبادلہ کا آرڈر مل گیا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حافظ عبدالغنی صاحب کہتے ہیں کہ

(۲) ۱۹۷۳ء کو میں عرس مبارک گولڑہ شریف گیا۔ وہاں سے سیدھا باہمراہ صاحبزادہ حافظ بشیر احمد چراغ بیدن شاہ آیا۔ قبلہ باداجی صاحبؒ مل کر خوش ہوئے اور فرمایا۔ زیادہ دکانوں پر نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ پھر شہری دکانداروں کے پاس بیٹھنا اچھا نہیں۔ میں اسی سوچ و بچار میں پڑ گیا کہ نہ تو میرا شہر میں آنا جانا ہے اور نہ کسی سے خاص دوستی اور یہ خیال میرے دل میں ہی ہے۔ لیکن جب میں نے چکوال پہنچ کر جہلم کا ٹکٹ لیا تو حضرت باداجی صاحب کی بات نے چونکا دیا تو معاً خیال آیا کہ جو دو تین دفعہ میں نے دینہ میں

دیوبندیوں کی دکان پر بیٹھ کر باتیں کی ہیں۔ اور اُن سے چائے پی ہیں اور انہوں نے فقیروں کے خلاف باتیں کی تھیں۔ اور میں نے کہا تھا کہ ایسی بات میرے سامنے نہ کرو۔ کیونکہ ہم لوگ اولیاء کرام کے ماننے والے ہیں۔ اب میں سمجھا کہ غالباً آپ نے اس طرف ہی اشارہ فرمایا ہے۔

غلاموں سے جو ہو بے خبر وہ آقا کیا ہے؟

(۳) حافظ مولوی غلام حسن صاحب روایت کرتے ہیں۔ کہ صوفی فقیر محمد صاحب ولد حافظ علی محمد موضع چاہ نوروڈا ک خانہ دار الغلام شاہ بتحصیل پھالیہ ضلع گجرات سلوئی سے واپسی راستہ بھول گئے، اور پریشان تھے۔ کہ پیچھے سے ایک آدمی نے آوازیں لگانا شروع کر دیں۔ کہ صوفی صاحب ٹھہر جاؤ۔ تم راستہ بھول گئے ہو۔ مجھے ابھی ابھی حافظ صاحب رح نے سلوئی سے بھیجا ہے کہ ہمارا ایک مہمان رستہ بھول گیا ہے۔ اس کو جا کر سیدھے راستے پر لگاؤ۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔

اولاد: آپ کے ہاں ایک صاحبزادہ اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:۔

(۱) صاحبزادہ بشیر احمد صاحب۔ پانچ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

(۲) صاحبزادی غلام فاطمہ صاحبہ۔ جو حافظ بشیر احمد صاحب سجادہ نشین کی والدہ محترمہ ہیں۔

(۳) صاحبزادی غلام بی بی صاحبہ۔ جو جناب حاجی مہر علی صاحب کی بیوی ہیں آپ پاک آرمی میں خطیب ہیں۔

(۴) صاحبزادی غلام عائشہ صاحبہ۔ یہ سن ۱۹۴۷ء میں فوت ہو گئیں تھیں۔ انکی بیٹی موجودہ سجادہ نشین حافظ بشیر احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ ہیں۔

صحیفۂ حیات کا آخری باب

ے زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا!
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اُڑ گیا

یہ قانون فطرت ہے جس کی رو سے ہر شے پر موت لازم ہو گئی۔ اسی قانون فطرت کے تحت انبیاء علیہم السلام۔ اولیائے کرام۔ مردانِ حق صاحب جاہ و جلال سب ہی کو ملتی اجل کا مزہ چکھنا پڑا اور سب سے بڑھ کر باعث ایجاد عالم۔ فخر بنی آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس جہانِ رنگ و بُو سے پردہ فرمایا۔

یہ الگ بات ہے۔ کہ اُن کے رُوحانی کمالات اور فیوض و برکات برابر جاری اور انمٹ ہیں۔ کیونکہ مُوت ایک مومن کے لیے وجہ فنا نہیں بلکہ پیغامِ بقا ہوتی ہے۔ ے

کیا خوفِ مرگ دل جو محبت مقام ہے؟
میری فنا فنا نہ بقا انصرام ہے!

یہاں یہ کہنا بالکل دُرست ہوگا۔ کہ بندۂ مومن کی موت فنا نہیں بلکہ وجہ بقا ہے۔ اسلیئے وُہ کبھی موت سے نہیں ڈرتا۔ اور وقت آنے

پر نجوشی اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دیتا ہے ۔

؎ نشانِ مردِ مومن با تو گویم ۔ چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

المختصر ، ایسی ہی ساعت حضرت باوا جی صاحب پر آئی ۔ اور ۹ ر فروری ۱۹۷۴ء کو اچانک آپ کی طبیعت خراب ہو گئی ۔ کو مریدین اور معتقدین و شاگردان عزیز آپ کی خبر گیری کرنے پہنچ گئے ۔ یہ ۱۱ ر فروری ۱۹۷۴ء کا دن ہے ۔ کہ حافظ مولوی غلام نبی صاحب ۔ پنڈوال اور حافظ الحاج مولوی غلام حسن صاحب آف ڈھیری متصل جلال پور شریف بھی پہنچ گئے ۔ آپ نے ان صاحبان کو بغور دیکھا اور دُعا فرمائی ۔ سانس تیز ہو گیا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اَللہُ ھُوْ کا وِرد شروع ہو گیا ہے ۔ نمازِ عشاء کے بعد اہلِ خانہ میں آپ کے درویشوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم ہو گیا ۔ حکیم اور ڈاکٹر بھی آ گئے ۔ اُنہوں نے علاج معالجہ شروع کیا ۔ حافظ مولوی غلام نبی صاحب نے حافظ غلام حسن صاحب کو خواجہ غریب نواز پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی کی نعت اج سک متراں دی ودھیری اے کیوں جندڑی اُداس گھنیری اے ۔ پڑھنے کے لئے فرمایا ۔ اُنہوں نے پڑھنا شروع کی تو آپ کا سانس مُبارک بالکل اصلی اور صحیح حالت میں ہو گیا ۔ جیسا کہ آپ بالکل ٹھیک ہیں ۔ ہونٹ یعنی لب مبارک اور ناک مبارک ہلتے نظر آتے جیسا کہ ابھی آپ اَللہُ ھُوْ کا وِرد فرما رہے ہیں ۔ بدستور آپ کی نظر مبارک اور سر مبارک حرکت کر رہے تھے ۔ کچھ تے آئی تو آپ نے اُٹھنے کی کوشش فرمائی ۔ حافظ حبیب خان آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ۔ اُنہوں نے

اور مولوی غلام نبی صاحب نے آپ کو اُوپر اُٹھا کر بٹھایا حافظ عبدالغنی اور مولوی غلام حسن صاحب نے آپ کی قے کا مواد تولیے پر لیا اور صاف کپڑا لے کر آپ کی ریش مبارک کو صاف کیا۔ جب پیچھے لٹایا تو رُوح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ گھڑی سامنے پڑی تھی۔ اس رات کے بارہ بج کر چھپن منٹ ہو چکے تھے۔ صبح یعنی دوشنبہ پیر کا دن تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

اُف کتنی غم انگیز، کس درجہ دل خراش۔ کس قدر رُوح فرسا وہ منظر تھا۔ کہ اپنے پرائے دوست دشمن بحرِ رنج وملال میں ڈوب گئے۔

چوآسیدن شاہ سے دُور۔ ضلع جہلم اور مغربی پاکستان سے باہر تمام اضلاع میں یہ غم ناک خبر پہنچا دی گئی۔ اور عقیدت مندوں اور جاننے والوں کی آمد کا سلسلہ صبح ہی سے شروع ہو گیا۔ اور شام ہوتے ہوتے ہزاروں افراد چوآسیدن شاہ پہنچ گئے۔

خلائق کا یہ عالم تھا۔ کہ جدھر نظر اُٹھتی تھی۔ انسانوں کا سیلاب نظر آتا۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ کیونکہ وہ ایک سچے مثالی عالم باعمل خدا ترس و خدارس کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔ اور قبلہ کی بڑی صاحبزادی غلام فاطمہ صاحبہ نے فرمایا کہ رحمانیہ مسجد میں ہی باواجی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہو گا۔ اور یہاں ہی آپ کو سپردِ خاک کیا جائے گا۔ اسی رات تین بجے ہی مسجد کے صحن میں لحد شریف کھودنے کا انتظام شروع ہو گیا۔

صاحبزادی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ نمازِ جنازہ کے بعد آپ کو اپنے آبائی
وطن پنجہ پر براستے زیارت سے جایا جاتے گا۔ اور دوسرے دن
منگوار کو واپسی ہو گی۔ اور بعد میں آپ کو سپردِ خاک کیا جائیگا۔
صبح گیارہ بجے آپ کو غسل مبارک دیا گیا جس میں مولوی حافظ
غلام نبی صاحب پینوال۔ حافظ عبدالغنی بھیٹ الحاج حافظ مولوی
غلام حسن صاحب ڈھیری۔ عبدالمجید خادم مسجد سلوتی نے حصہ لیا۔
غسل دے چکنے کے بعد آپ کا تابوت مبارک مسجد رحمانیہ کے
صحن میں رکھا گیا۔ لوگوں نے زیارت کی۔ ساڑھے بارہ بجے
وہاں سے آپ کی نعش مبارک کو سخی سیدن شاہ شیرازی
کے مزار مبارک پر لایا گیا۔ نعت خوان اصحاب ہمراہ تھے،
مزار مبارک سے لے کر پیٹرول پمپ تک دو طرفہ سڑک پر تل
دھرنے کی گنجائش نہ تھی۔ واپسی پر رحمانیہ مسجد کے جنوبی
میدان میں آپ کا جنازہ مبارک رکھا گیا۔ مستورات نے زیارت
کی۔ وہاں سے ایک کھلے میدان میں قبرستان کے مشرق کی
طرف کھلی زمینوں میں جن کی لمبائی ایک فرلانگ ہے۔ وہاں
سترہ (۱۷) صفوں پر مشتمل جنازہ کی تیاری ہوئی۔ جنازہ کی امامت کے
فرائض سید غلام محی الدین صاحب امام مسجد سبزی منڈی راولپنڈی نے
سرانجام دیئے نماز جنازہ تین بجے ہوئی۔ تمام احباب اور
عقیدت مندوں کے زیارت کرتے کرتے چار بج گئے۔ اتنے میں
صندوق مبارک بھی تیار ہو کر آ گیا۔ آپ کے جسدِ مبارک
صندوق میں بند کر کے ایک ٹرک میں رکھا گیا۔ جس کا نمبر ۱۸۷ R.I.C

اور ایک بس الحاج ملک محمد صادق و محمد اشرف ہمراہ اسّی آدمیوں کی ہمراہی میں آپ کا تابوت مبارک رات ساڑھے دس بجے آپ کے آبائی گاؤں بنچہ ڈاک خانہ منبھ ٹوانہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا میں پہنچا۔ صبح نو بجے وہاں پر آپکی نماز جنازہ کی امامت مولوی قاضی ؒ عبدالرحمٰن صاحب نے فرمائی۔ تمام شہر ہراساں اور پریشان تھا۔ آج تک اس شہر میں اس سے قبل اتنا بڑا جنازہ نہیں دیکھا تھا۔ چار بجے شام بروز منگلوار چوآسیدن شاہ میں واپس آ گئے۔ جو لوگ دُور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے آتے تھے۔ اور جن لوگوں نے آپ کے نماز جنازہ میں شرکت حاصل نہیں کی تھی۔ سب نے مل کر نماز جنازہ پڑھی۔ جس کی امامت کے فرائض حافظ حاجی راجہ حق نواز خان صاحب سلوئی نے سرانجام دیئے۔ صاحبزادہ حافظ بشیر احمد صاحب نے بتایا کہ بابا جی صاحب کا تابوت چلے جانے کے بعد راولپنڈی سے حافظ عبدالکریم صاحب کے صاحبزادہ صاحب تشریف لے آئے تھے۔ جو غائبانہ نماز جنازہ پڑھ کر رات کو ہی واپس چلے گئے ہیں۔ اس طرح آپ کا نماز جنازہ کے پڑھنے کا چار دفعہ اتفاق ہوا۔ پانچ بجے شام آپ کو لحد شریف میں اُتارا گیا۔ چوآسیدن شاہ کے محب و مخلص دوستوں نے آپ کی لحد مبارک پر جو مٹی سیمنٹ لگوایا اس کو پانی کی بجائے عرق گلاب سے گوندھ کر لگوایا۔ اس طرح ادھر شام کی اذان شروع ہوئی۔ اُدھر آپ کی ابدی آرامگاہ پر مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ آپ کے تجہیز و تکفین کے وقت آپ کو

چاہ زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا۔ اور مدینہ منورہ سے لائی گئی
چادروں میں لپیٹا گیا۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔



از سر یاب بہشت اختر بگیر!
سال فوتش بود از غفران مآب
۱۳۹۲+۲=

۱۳۹۴ھ



قطعہ

زدست دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانْ
کرد نوش جاں ایں جام "غلام احمد"
ہجرۃ از محرم الحرام رخت بخلد
حافظ و قاری و امام "غلام محمد"
۱۳۹۴ھ

اختر



حالات زندگی پر ایک طائرانہ نظر

حضرت باواجیؒ صاحب کے حالات زندگی اختصار کے ساتھ آپ نے پڑھ لیے ہیں۔ آخر میں حضرت حافظ جیؒ صاحب کی زندگی کی خاص خاص باتوں کو پھر ذہن نشین کر لیں۔ تاکہ آپ کی عملی زندگی میں حضرت باواجیؒ کی پاکیزہ زندگی کا عکس نظر آنے لگے۔

(۱) حضرت حافظ جی صاحبؒ کے تمام اقوال اور احوال اتباع نبوی کا تصویر تھے۔

(۲) آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔

(۳) آپ تصنع۔ بناوٹ۔ اور نمائش کو ناپسند کرتے تھے۔

(۴) جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ اس سے اخلاق کریمانہ سے ملتے کہ وہ اپنا غم بھول جاتا۔

(۵) اپنی باطنی کیفیات کو ہمیشہ چھپاتے۔

(۶) اپنے ملنے والوں کو شرعی حدود کے اندر زندگی گزارنے کی تلقین کرتے۔

(۷) کبھی کسی سے قرض نہ لیتے تھے۔

(۸) کبھی کسی کی دل آزاری نہ کرتے تھے۔

(۹) نماز باجماعت کا سختی سے خیال رکھتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔

قارئین کرام سے اپیل

یہ مختصر سی سوانح حیات حضرت حافظ حاجی قاری غلام احمد صاحب ؒ کے بارے میں ہے۔ جسے نہایت جلدی میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اگر کتابت کی وجہ سے کچھ غلطیاں ہو گئیں ہوں۔ تو قارئین کرام کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ابھی سے ناشر یا مصنف کو آگاہ کریں۔ تاکہ اگلے ایڈیشن میں کتابت کی غلطیاں دور کی جا سکیں۔

زیر نظر کتاب میں حضرت باواجی ؒ صاحب کی حیات مبارکہ کے بہت سے گوشے عمداً چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ سال مکمل طور پر ایک ضخیم کتاب کی شکل میں سوانح حیات ترتیب دی جائے گی۔

قارئین کرام اور حضرت باواجی ؒ صاحب کے مریدین و متوسلین سے گزارش ہے۔ کہ وہ مکمل سوانح حیات کی ترتیب میں تعاون کریں۔ اور حضرت صاحب ؒ کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ اپنے حبیب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے ہمیں بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہماری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے۔ (آمین)

ہر کہ با ایشاں نشیند یک دمے!
روزِ فردا اُو کجا دارد غمے

ترجمہ:۔ جو اُن کے پاس ایک لمحہ بھی بیٹھے گا۔ تو قیامت کے
دن اُس کو کوئی فکر و غم نہ ہوگا۔



رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ۝

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ مَظْهَرِ
لُطْفِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا
كَثِيْرًا ۝



خادمِ اولیاءِ عظام
وقار حسین طاہر
محمد صدیق